احادیث فضائل

ایک تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد سلیم

ذخیرۂ حدیث میں ایک بڑی تعداد ان روایات کی بھی ہے جو ترغیب و ترہیب اور فضائل اعمال کے ابواب میں وارد ہیں۔ ان میں بہت سی صحیح احادیث کے ساتھ موضوع اور گھڑی ہوئی روایات بھی موجود ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد شاید صحیح روایات سے زیادہ ہے۔ ان روایات کو بالعموم کم علم زہاد اور جاہل صوفیاء نے لوگوں کی اصلاح و نصیحت کی خاطر وضع کیا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ معاشرہ میں لوگوں کی دلچسپی اعمال صالحہ کی طرف کم ہوتی جارہی ہے اور دین کے منافی کاموں کی طرف ان کا رجحان بڑھ رہا ہے تو انھوں نے اعمال صالحہ کی طرف مائل کرنے اور برائیوں سے باز رکھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فضائل اعمال میں غیر معتبر اور موضوع روایات ذخیرۂ حدیث میں داخل ہونے لگیں۔ ان روایات کو محدثین نے صحیح روایات سے الگ کرنے کی غیر معمولی سعی کی ہے لیکن اس کے باوجود نہ صرف عام واعظین انھیں اپنے خطبات کی زینت بناتے ہیں بلکہ بہت سے علماء و مفسرین نے بھی انھیں اپنی تصنیفات میں بغیر کسی جرح و تنقید کے جگہ دے دی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں بہت سی غیر دینی چیزیں مشہور ہوگئیں اور آہستہ آہستہ ان میں دین کے نام پر بعض رسومات اور بدعات نے بھی جنم لیا جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔

حدیثیں وضع کرنے والوں میں اگرچہ بعض دوسرے گروہ بھی شامل ہیں لیکن جتنی روایات طبقۂ زہاد نے وضع کیں اتنی کسی نے بھی نہیں وضع کیں۔ ان لوگوں نے اس کام کو کار خیر اور خدمت دین سمجھ کر زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش میں ہر اچھی بات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی۔ چنانچہ حافظ ابن صلاح نے فرمایا:

اعظمہم ضررا قوم من المنسوبین الی الزھد وضعوا الاحادیث احتسابا فیما زعموا۔[۱]	حدیث میں سب سے بڑا نقصان ان لوگوں کی طرف سے پہونچا جو زہد سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے حدیثوں کو اپنے خیال میں ثواب کی نیت سے وضع کیا۔

اسی طرح یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا:

لم نجد الصالحین أکذب منهم فی الحدیث[۲]	طبقۂ صالحین سے زیادہ ہم کسی کو حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں پاتے۔

اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں نے حدیثیں وضع کیں۔ مثلاً غلام خلیل سے جب ان احادیث کی سند کے بارے میں پوچھا گیا جنھیں وہ رقائق کے باب میں بیان کرتا تھا تو اس نے کہا:

وضعناها لنرقق بها قلوب العامة[۳]	ہم نے ہی انھیں وضع کیا تاکہ لوگوں کے قلوب نرم ہوں۔

ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ غلام خلیل بہت بڑا زاہد اور شہوات ولذات دنیا سے الگ تھلگ رہنے والا ایک نیک انسان تھا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے وہ عوام میں اتنا مقبول تھا کہ انتقال کے وقت اہل بغداد نے اس کے سوگ میں بازار تک بند کردئے تھے۔ اس کے باوجود وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔[۴]

انہی میں ایک شخص میسرہ بن عبدربہ بھی تھا جو فضائل قرآن سے متعلق بہت سی روایات بیان کرتا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ ان حدیثوں کی سندیں کیا ہیں تو اس نے جواب دیا:

وضعتها أرغب الناس فیها[۵]	ان روایات کو میں نے وضع کیا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں ان کی طرف رغبت پیدا ہو۔

اسی طرح ابوعصمہ نوح بن مریم القرشی جو 'مرو' میں قضاء کے عہدہ پر فائز تھا۔ اسے تفسیر، حدیث، فقہ اور مغازی میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے تفسیر کلبی اور مقاتل سے،

حدیث حجاج بن ارطاۃ سے، فقہ امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی سے اور مغازی ابن اسحاق سے حاصل کی اس شخص کو مختلف کمالات کا جامع ہونے کی وجہ سے 'نوح الجامع' بھی کہا جاتا تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ زیادہ تر لوگ امام ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاق کی مغازی میں دلچسپی لینے لگے ہیں تو اس نے قرآن کی سورتوں کے فضائل میں حدیثیں وضع کرنی شروع کر دیں۔ جب اس سے ایک حدیث کی سند کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا:

انی رأیت الناس قد اعرضوا	میں نے جب دیکھا کہ لوگ قرآن سے دور
عن القرآن واشتغلوا بفقه	ہوتے جا رہے ہیں اور ابوحنیفہ کی فقہ اور
ابی حنیفة ومغازی ابن	ابن اسحاق کی مغازی میں زیادہ دلچسپی
اسحاق فوضعت هٰذا	لینے لگے ہیں تو میں نے عنداللہ اجر کی امید
الحدیث حسبة[۱]	میں اسے وضع کیا۔

اعمال صالحہ کی ترغیب میں ابوعبداللہ محمد بن الکرام السجستانی اور اس کے اصحاب جنھیں "کرامیہ" کے نام سے جانا جاتا ہے، وضع حدیث کو جائز سمجھتے تھے[۲] اگرچہ ابن الکرام بجائے خود ایک نیک اور زاہد شخص تھا۔

اسی طبقہ سے منسوب محمد بن سعید نامی ایک شخص کہا کرتا تھا:

لا بأس اذا کان کلام	کلام حسن کے لیے اسناد وضع کرنے
حسن ان تضع له اسناداً[۳]	یعنی ہر اچھی بات کو حدیث بنا دینے میں
	کوئی حرج نہیں۔

اس طبقہ نے فضائل قرآن اور عبادات جیسے نماز، روزہ وغیرہ کی فضیلت میں بیشمار حدیثیں وضع کیں۔ ذیل میں ان کے کچھ نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

من قرأ آية الکرسی	جس نے نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت
فی دبر صلاۃ لم یمنعه	کی اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت
من دخول الجنة الا	میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتی
الموت ومن قرأها	اور جس شخص نے سوتے وقت اس کی
حین یاخذ مضجعه	تلاوت کی تو اللہ اس کے مکان اور اس کے
امنه الله علی دارہ ودار	پاس پڑوس اور ارد گرد کے مکانوں کی

جارہ ودویرات حولہ[۹]	حفاظت کرتا ہے۔

اس روایت کی سند میں 'حبۃ' اور 'نہشل' ضعیف اور کذاب راوی ہیں اس وجہ سے ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

من قرأ فی لیلۃ بالم تنزیل	جس نے رات میں الم تنزیل الکتاب، یس،
الکتاب ویس واقتربت الساعۃ	اقترب الساعۃ، تبارک الذی بیدہ الملک
وتبارک الذی بیدہ الملک	سورتوں کی تلاوت کی تو وہ اس کے لیے
کن لہ نورا وحرزا من الشیطان	نور ہوں گی اور شیطان اور شرک سے اس
والشرک ورفع لہ درجات یوم	کی حفاظت کریں گی اور قیامت میں اس
القیمۃ[۱۰]	کے درجات بلند ہوں گے۔

اس روایت کی سند میں 'الحکم' نامی کذاب راوی ہونے کی وجہ سے طاہر پٹنی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

من قرأ سورۃ الواقعۃ کل	جس شخص نے ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت
لیلۃ لم یصبہ فاقۃ ابدا	کی اسے کبھی فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی اور
ومن قرأ لا اقسم بیوم القیامۃ	جو شخص لا اقسم بیوم القیمۃ کی تلاوت کرے گا
لقی اللہ یوم القیمۃ ووجہہ	وہ قیامت میں خدا سے اس حال میں
فی صورۃ القمر لیلۃ	ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے
البدر[۱۱]	چاند کی مانند روشن ہوگا۔

اس روایت کو امام احمد نے منکر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں 'شجاع' اور 'السری' نامی دو راوی مجہول ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں ایک راوی احمد الیمامی ہے جو کذاب ہے۔ اسی بنا پر ابن جوزی نے اسے موضوع روایتوں میں داخل کیا ہے۔

مفسرین نے اپنی تفاسیر میں سورتوں کے اول یا آخر میں ان کی فضیلت سے متعلق جو احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر موضوع ہیں۔ مفسرین میں ابوبکر بن مَرْدَوَیہ، واحدی، ابواسحاق الثعلبی، ابوقاسم الزمخشری، قاضی بیضاوی اور ابوبکر بن داؤد الحافظ وغیرہ نے اپنی تفسیروں میں ان روایات کو نقل کیا ہے۔ البتہ قرآن کی سورتوں کے فضائل میں مندرجہ ذیل روایات صحیح ہیں۔

ما انزلت فی التوراة ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی الفرقان مثلها وانها سبع من المثانی [۱۲]

سورہ فاتحہ جیسی سورت نہ توراۃ میں ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ قرآن میں یہی سبع مثانی ہے۔

من قرأ الآیتین فی اخر سورة البقرة فی لیلة کفتاه [۱۳]

رات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی تلاوت پورے شب (کی عبادت یا تحفظ) کے لیے کافی ہیں۔

سیدة آی القرآن هی آیة الکرسی [۱۴]

آیۃ الکرسی قرآن کی سورتوں کی سردار ہے۔

اقرؤا الزهراوین البقرة وسورة آل عمران فانهما یاتیان یوم القیمة کانهما غمامتان او کانهما غیایتان او کانهما فرقان من طیر صواف تحاجان عن اصحابهما [۱۵]

(زہراوین (دو چمکتی سورتیں) سورۃ البقرہ اور آل عمران کی تلاوت کرو۔ یہ دونوں قیامت کے دن اپنے تلاوت کرنے والے پر دو بادل یا دو سائبان یا اڑتے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیوں کے مانند آئیں گی اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے حجت کریں گی۔

اوتیتهما لم یوتهما من قبلك فاتحة الکتاب وخواتیم سورة البقرة [۱۶]

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں صرف آپ کو دی گئی ہیں۔ ان کے مثل آیتیں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

ان البیت الذی تقرأ البقرة فیه لایدخله الشیطان [۱۷]

جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے اس میں شیطان نہیں داخل ہوتا۔

اذا اویت الی فراشك فاقرأ آیة الکرسی لن یزال من الله حافظا ولا یقربك شیطان حتی تصبح [۱۸]

جب تم سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی کی تلاوت کرلو۔ اس طرح صبح تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہوگے اور شیطان تم سے قریب نہیں ہوگا۔

من حفظ عشر آیات من

سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کا

اول سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال[١٩]

حفظ کرنے والا فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔

قل ھو اللہ احد ثلث القراٰن[٢٠]

قل ہو اللہ احد کی تلاوت ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

اٰیات انزلت اللیلۃ لم یُر مثلھن قط قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس[٢١]

آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئیں ان کے مانند آیتیں کبھی نازل نہیں ہوئیں اور وہ ہیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس

تعوذ بھما فما تعوذ متعوذ بمثلھما[٢٢]

ان سورتوں (یعنی سورۂ فلق اور سورہ ناس) کے ذریعہ اللہ کی پناہ طلب کرو۔ ان کے مثل کوئی سورت ایسی نہیں ہے جس کے ذریعہ کسی شخص نے پناہ طلب کی ہو۔

ان کے علاوہ سورتوں کے فضائل میں مندرجہ ذیل روایات ضعیف ہیں۔

اذا زلزلت عدلت لہ بنصف القراٰن[٢٣]

اذا زلزلت کی تلاوت ثواب میں نصف قرآن کے برابر ہے

قل یا یھا الکٰفرون عدلت لہ بربع القراٰن[٢٤]

قل یا یھا الکافرون کی تلاوت ثواب میں چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب القبر[٢٥]

سورہ ملک کی تلاوت عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

ان سورۃ من القراٰن ثلاثون اٰیۃ شفعت لرجل حتی غفرلہ وھی تبارک الذی بیدہ الملک[٢٦]

قرآن کی تیس آیات والی سورت (یعنی سورۂ ملک) قیامت میں اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کی اس کی مغفرت کردی جائے گی اور وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

سورتوں کے فضائل میں درج بالا احادیث کے علاوہ کوئی بھی روایت صحیح نہیں۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ان سورتوں کے علاوہ وہ تمام روایات جن میں یہ

کہا گیا ہو کہ جس نے یہ سورت پڑھی اس کے لیے ایسا ہے ویسا ہے وہ سب موضوع ہیں[۲۷]۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مخصوص اوقات میں مخصوص کیفیتوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے اور مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کی بے پناہ فضیلت بیان کی گئی ہے ان میں سے بھی اکثر وبیشتر روایات موضوع ہیں۔ مثلاً

من قرأ ليلة النصف من	نصف شعبان کی رات جو شخص سو رکعتوں
شعبان الف مرة قل هو الله	میں ایک ہزار مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے گا وہ
احد في مائة ركعة لم يخرج من	دنیا سے جب جائے گا تو قبر میں تیس فرشتے
الدنيا حتى يبعث الله اليه في	اسے جنت کی بشارت دیں گے اور تیس
منامه مائة ملك ثلثون يبشرونه	فرشتے اسے عذاب جہنم سے بچائیں گے
بالجنة وثلثون يؤمنونه من	اور تیس فرشتے اسے غلطی سے محفوظ رکھیں
النار وثلثون يعصمونه من ان	گے اور دس فرشتے اس کے دشمنوں کے
يخطئ وعشر يكيدون من عاداه[۲۸]	خلاف اس کا دفاع کریں گے

اس روایت کے تمام طرق میں مجہول، ضعیف اور غیر معتبر راوی موجود ہیں۔ اسی لیے ابن جوزی نے اسے موضوع روایتوں میں شمار کیا ہے۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں نماز کی فضیلت سے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں[۲۹]۔

اس رات عبادت سے متعلق بعض روایات حدیث کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن ان کی سند صحیح نہیں۔ مثلاً ابن ماجہ کی یہ روایت:

عن عائشة قالت فقدت	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
النبي صلى الله عليه وسلم	ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ
ذات ليلة فخرجت اطلبه	صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہیں
فاذا هو بالبقيع رافع راسه	پایا تو آپ کو تلاش کرنے کے لیے
الى السماء فقال يا عائشة	نکلی۔ میں نے دیکھا آپ جنت البقیع
اكنت تخافين ان يحيف	میں ہیں اور سر آسمان کی طرف اٹھائے
الله عليك ورسوله قالت	ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا

قد قلت ومابی ذالك ولكنی ظننت انك اتیت بعض نساءك فقال ان الله ینزل لیلة النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب[۳۰]	اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرے گا میں نے کہا یہ بات نہیں بلکہ میرا خیال تھا کہ آپ اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات سماء دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔

اس روایت کو اسی سند سے امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے[۳۱] ساتھ ہی اس کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:

حدیث عائشة لانعرفه الا من هذا الوجه	حضرت عائشہ کی اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں

اس میں ایک راوی حجاج ہیں۔ میں نے سنا کہ امام بخاری اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے نہیں سنا اور حجاج نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔

اس طرح اس روایت کی سند دو جگہ سے منقطع ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ یہ روایت مختلف سندوں سے مروی ہے لیکن سب مضطرب اور غیر ثابت شدہ ہیں[۳۲]

ابن ماجہ نے اسی سلسلہ کی ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جو اس طرح ہے:

ان الله لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا المشرك او مشاحن[۳۳]	نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ ظہور فرماتا ہے اور اپنے بندوں میں تمام لوگوں کی بخشش کرتا ہے سوائے شرک اور بغض وعداوت رکھنے والے کے۔

یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے لیکن اس میں لفظ 'مشرک' کے بجائے 'قاتل نفس' آیا ہے[۳۴]۔

اس کی سند میں ایک راوی 'ابن لہیعہ' ہیں جنھیں محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن جوزی نے کہا کہ وہ ذاہب الحدیث ہیں[۳۵] یعنی ان کی حدیثوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

ابن لہیعہ اگرچہ اکابر علماء میں سے تھے وہ مصر میں عہدۂ قضا پر فائز تھے۔ ان کے پاس حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا لیکن ایک موقع پر ان کی تمام کتابیں جل گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے جب حافظہ کی مدد سے حدیثوں کی روایت شروع کی تو ان سے غلطیاں سرزد ہونے لگیں۔ چنانچہ محدثین نے اسی بنیاد پر انھیں ضعیف اور متروک قرار دیا ہے[۳۶]۔ امام احمد ان کی روایات کو صرف متابعات اور شواہد ہی میں نقل کرتے تھے۔

اس طرح کی بعض دوسری روایات بیہقی اور طبرانی نے بھی نقل کی ہیں لیکن وہ سب مرسل اور ضعیف ہیں ان میں ایک بھی روایت صحیح نہیں[۳۷]۔

اسی طرح پندرہ شعبان کے روزہ کے متعلق بھی کوئی روایت صحیح سند سے مروی نہیں۔ مثلاً ایک روایت ہے:

اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول الا من مستغفر لى فاغفر له الا مسترزق فارزقه الا مبتلى فاعافيه الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر[۳۸]

جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس میں عبادت کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو اس لیے کہ اس رات اللہ رب العزت غروب شمس کے بعد سماء دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردوں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق عطا کردوں۔ ہے کوئی پریشانی میں مبتلا کہ میں اس کی پریشانی دور کردوں۔ ہے کوئی ایسا۔ ہے کوئی ایسا۔ یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔

اس روایت کو ابن ماجہ نے ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرۃ القرشی سے نقل کیا ہے۔ انھیں امام بخاری اور امام نسائی نے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔ امام احمد کے بیٹے عبداللہ اور صالح نے کہا ہے کہ یہ حدیثیں وضع کرتے تھے۔[۳۹]

خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں نماز پڑھنے اور دن میں روزہ رکھنے سے متعلق صحیح احادیث سے کچھ بھی ثابت نہیں البتہ مرسل (جس کی سند میں انقطاع ہو) اور ضعیف قسم کی روایات سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے لیکن اس میں بندہ کو اختیار رہے کہ عبادت کا جو طریقہ بھی چاہے اختیار کرے لیکن اس پر دوام نہ کرے۔ اس لیے کہ مستحب اور نفلی عبادات میں دوام درست نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس رات انفرادی طور پر عبادت کرے۔ جماعت اور اجتماع اور مخصوص کیفیتوں کے ساتھ نمازوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[۴۰] اسی طرح اس میں پوری رات جاگنا بھی سنت ثابتہ کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

لا اعلم رسول اللہ صلی	میں نہیں جانتی کہ آپؐ نے کسی رات
اللہ علیہ وسلم قرأ القرآن	میں پورا قرآن پڑھا ہو یا کسی رات آپ
کلہ فی لیلۃ ولا قام لیلۃ	صبح تک عبادت میں جاگے ہوں یا کسی
حتی الصباح ولا صام شھرا	مہینہ کے مکمل روزہ رکھے ہوں
کاملا غیر رمضان[۴۱]	سوائے رمضان کے۔

پندرہ شعبان کے روزہ کے علاوہ یوم عاشورہ کے فضائل میں بھی بہت سی روایات وارد ہیں لیکن ان میں اس دن روزہ رکھنے کے علاوہ دیگر فضائل بیان کرنے والی تمام روایات موضوع ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل روایات:

من صام یوم عاشوراء کتب	جس نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا
اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ	اللہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت
من صام یوم عاشوراء اعطی	کا ثواب لکھے گا۔ جس نے اس دن
ثواب عشرۃ آلاف شہید	روزہ رکھا اسے دس ہزار شہیدوں
من افطر عندہ مومن	کا ثواب دیا جائے گا۔ جس نے اس

یوم عاشورا فکانما اطعم جمیع	دن کسی روزہ دار کو افطار کرایا گویا اس نے
فقراء امۃ محمد واشبع بطونہم	امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فقراء کو
خلق اللہ السموات والارض کمثلہ	پیٹ بھر کھانا کھلایا۔ اسی دن اللہ نے
وخلق القلم یوم عاشوراء واللوح	زمین و آسمان، لوح و قلم، جبرئیل و ملائکہ
مثلہ وخلق جبرئیل یوم عاشوراء وملائکتہ	اور حضرت آدم کو پیدا کیا، اسی دن اللہ
یوم عاشوراء وخلق آدم یوم عاشوراء	رب العزت عرش پر مستوی ہوا اور
واستوی الرب عزوجل علی العرش یوم	قیامت بھی اسی دن آئے گی۔
عاشوراء ویوم القیمۃ یوم عاشوراء[۳۳]	

ان روایات کی سند میں ایک راوی 'حبیب' ہے اس کے بارے میں ابن جوزی نے کہا ہے: ھو آفۃ (وہ ایک مصیبت ہے) ابن جوزی نے اس طرح کی تمام روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ کی بعض دوسری موضوع روایات یہ ہیں۔

من اکتحل بالاثمد یوم	جو شخص عاشوراء کے دن اثمد کا سرمہ
عاشوراء لم ترمد عینہ ابدا[۳۴]	لگائے گا اسے کبھی آشوب چشم نہ ہوگا۔
من وسع علی عیالہ یوم	جو شخص یوم عاشوراء میں اپنے عیال پر
یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ	فراخی کرے گا اللہ اسے پورے سال
سائر سنتہ[۳۴]	وسعت دے گا۔
مامن عبد یبکی یوم قتل	جو شخص قتل حسین کے دن روئے گا
حسین الا کان یوم القیمۃ	قیامت کے دن وہ اولوالعزم رسولوں
مع اولی العزم من الرسل[۳۵]	کے ساتھ ہوگا۔

ان روایات کی بابت ملا علی القاری لکھتے ہیں:

"یوم عاشوراء میں سرمہ لگانا، زینت اختیار کرنا، اہل و عیال پر فراخی کرنا، نمازیں پڑھنا اور دیگر فضائل بیان کرنے والی روایات میں سے ایک بھی صحیح نہیں، صرف وہ احادیث صحیح ہیں جن میں یوم عاشوراء کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بقیہ تمام روایات باطل ہیں۔ انھیں کذابین نے وضع کیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اس دن کو سوگ

اور غم کے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ بدعتی ہیں"[۳۶]
اسی طرح وہ تمام روایات بھی باطل ہیں جن میں یوم عاشورا کے موقع پر مختلف اوراد وظائف اور مخصوص اعمال اور نمازوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں:

"کتب اوراد و وظائف میں عاشورا کے دن بعض مخصوص اعمال سے متعلق احادیث وارد ہیں ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔ اسی طرح اس دن مخصوص نمازوں سے متعلق تمام روایات موضوع ہیں"[۳۷]

البتہ یوم عاشورا کے سلسلہ میں صحیح روایات سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فوجد الیہود صیاما فقال ماھذا قالوا ھذا یوم انجا اللہ فیہ موسیٰ واغرق فیہ فرعون فصامہ موسیٰ شکرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ[۳۸]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہود کو اس دن روزہ رکھتے دیکھا، آپ نے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰ کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا اس لیے موسیٰ نے اس دن بطور شکر روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم موسیٰ کی موافقت میں تمہارے مقابلہ میں اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اسی طرح امام ترمذی نے بھی اسی سلسلہ کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں:

کان عاشوراء یوم تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عہد جاہلیت میں قریش یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے،

یصومه فلما قدم المدینة صامه	تو آپ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو
وامر الناس بصیامه فلما افترض	بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔
رمضان کان رمضان هو الفریضة	لیکن جب رمضان کے روزے فرض
وترك عاشوراء فمن شاء صامه	ہوگئے تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا
ومن شاء ترکه[۴۹]	اب جس کا جی چاہتا رکھتا جو چاہتا نہیں رکھتا تھا۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم عاشورا کا روزہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے ایک حدیث نقل کی کہ آپؐ نے فرمایا:

افضل الصیام بعد رمضان	رمضان کے روزوں کے بعد سب سے
شهر الله المحرم[۵۰]	افضل محرم کا روزہ ہے۔

ان احادیث کی بنیاد پر اس دن کا روزہ مستحب ہے اور بہتر ہے کہ اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا بھی روزہ رکھ لیا جائے کیونکہ یہود صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

خالفوا فیه الیهود	یہود کی مخالفت کرو اور یوم عاشورا کے
صوموا قبله یوما او بعده	ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی
یوما[۵۱]	روزہ رکھو۔

یوم عاشورا میں روزہ کے علاوہ اس دن کی فضیلت کے سلسلہ میں تمام روایات موضوع ہیں۔ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

کل ذلك کذب علی رسول	یوم عاشورا میں روزہ کی فضیلت
الله صلی الله علیه وسلم لم	کے علاوہ تمام روایات جھوٹی ہیں۔
یصح فی عاشورا الا فی فضل صیامه[۵۲]	

علی القاری نے فرمایا:

لا یصح منها شئ ولا حدیث	یوم عاشورا میں حدیث صیام کے
واحد غیر حدیث صیامه	علاوہ ایک بھی حدیث صحیح نہیں۔

اسی طرح ماہ رجب کے مختلف ایام میں روزہ رکھنے اور ان کی راتوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں بھی بہت سی روایات وارد ہیں وہ سب بھی موضوع ہیں۔ جیسے

مندرجہ ذیل روایات:

ان فی رجب یوما ولیلة من صام ذالك الیوم وقام تلك اللیلة كان له من الاجر كمن صام مئة سنة[۵۴]	ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے کہ جس نے اس دن روزہ رکھا اور اس رات عبادت کی گویا اس نے سو سال کے روزے رکھے۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ہیاج الہروی ہے جو متروک ہے۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے انتہائی درجہ کی منکر قرار دیا ہے۔ ابن معین نے اسے ضعیف اور ابوداؤد نے اسے متروک کہا ہے[۵۵]

من صلی المغرب اول لیلة من رجب ثم صلی بعدها عشرین ركعة بفاتحة الكتاب وقل هو الله احد مرة ویسلم فیهن عشر تسلیمات.... حفظه الله تعالى فی نفسه وماله واهله وولده واجیر من عذاب القبر وجاز على الصراط كالبرق[۵۶]	جس نے ماہ رجب کی پہلی رات میں مغرب کے بعد دس سلام سے بیس رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھا..... اللہ اس کی جان و مال اور اہل و اولاد کی حفاظت کرے گا، وہ عذاب قبر سے نجات پائے گا اور پل صراط پر بجلی کے مانند گزر جائے گا۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس روایت کے اکثر راوی مجہول ہیں اور یہ روایت موضوع ہے:

لا تغفلوا عن اول جمعة من رجب فانها لیلة تسمیها الملائكة الرغائب[۵۷]	رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ ہو اس لیے کہ فرشتے اس کو رغائب کہتے ہیں۔

یہ روایت باتفاق محدثین موضوع ہے اس کی سند میں سوائے حمید اور انس کے تمام راوی ایسے ہیں جن سے کوئی روایت قابل قبول نہیں کیونکہ ان میں بہت سے مجہول ہیں اور بعض کذاب بھی ہیں۔ صلاۃ الرغائب کی ابتداء ۴۸۰ھ میں ہوئی اس کو وضع کرنے والا شیخ الصوفیہ عبداللہ بن جہم ہے۔ حافظ ابن قیم نے صلاۃ الرغائب کے متعلق روایات

کے بارے میں فرمایا ہے۔

احادیث صلاۃ الرغائب	رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں صلاۃ
لیلۃ اول جمعۃ من رجب	الرغائب سے متعلق تمام روایات
کلھا کذب [۵۸]	جھوٹی ہیں۔

اسی طرح ماہ رجب کی دیگر راتوں میں عبادت کرنے اور دن میں روزہ رکھنے کے فضائل میں وارد تمام روایات کو بھی ابن قیم نے موضوع قرار دیا ہے [۵۹]
ایسے ہی وہ تمام روایات بھی موضوع ہیں جن میں ہفتہ کے الگ الگ دن ورات میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً

من صلی لیلۃ السبت	جس نے شنبہ کی رات چار رکعت
اربع رکعات یقرء فی کل رکعۃ	نماز پڑھی اور اس میں فاتحۃ الکتاب ایک
فاتحۃ الکتاب مرۃ وقل	مرتبہ اور قل ہو اللہ احد پچیس مرتبہ پڑھا
ھو اللہ احد خمسا وعشرین	اللہ اس کے جسم کو آگ کے لیے حرام
حرم اللہ جسدہ علی النار [۶۰]	کردے گا۔

اس روایت کے بیشتر راوی مجہول ہیں۔ 'یزید' اور 'ہیثم' ضعیف اور متروک ہیں۔ ایک دوسرے راوی 'بشر' کے بارے میں ابن جوزی نے فرمایا کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں، ایک راوی احمد بن عبداللہ الجویباری ہے جو حدیثیں وضع کرتا تھا۔
ہفتہ کے الگ الگ دن ورات کی نمازوں کی فضیلت میں وارد احادیث کے سلسلہ میں ابن قیم نے فرمایا ہے۔

احادیث صلوات الایام	مختلف دنوں اور راتوں کی نمازیں
واللیالی کصلوۃ یوم الاحد	جیسے پیر کے دن اور رات کی نمازیں،
ولیلۃ الاحد ویوم الاثنین	منگل کے دن ورات کی نمازیں اسی
ولیلۃ الاثنین الی اخر الاسبوع	طرح آخر ہفتہ تک کی دن ورات کی
کل احادیثھا کذب [۶۱]	نمازوں کی فضیلت میں وارد تمام روایات باطل ہیں۔

اسی طرح لیلۃ الفطر، یوم عرفہ میں ظہر وعصر کے درمیان اور یوم النحر کی رات میں پڑھی جانے والی مخصوص نمازوں کے متعلق مولانا عبدالحئی لکھنوی نے لکھا ہے کہ وہ سب موضوع ہیں [۶۲]

فضائل اعمال میں مذکورہ بالا امور کے علاوہ ذکر و دعا، درود و استغفار، حسن اخلاق اور فرض عبادات خصوصاً نماز اور رمضان کے روزوں کے فضائل میں بہت سی روایات وارد ہیں جنھیں اسی طبقہ نے وضع کیا تاکہ ان کے ذریعہ لوگوں کو اعمال صالحہ کی طرف مائل کیا جاسکے اور برائیوں کے ارتکاب سے باز رکھا جاسکے۔ ابن جوزی فرماتے ہیں۔

قوم وضعوا الاحادیث فی	ایک طبقہ نے ترغیب و ترہیب
الترغیب والترهیب لیحثوا	کے ابواب میں حدیثوں کو وضع کیا تاکہ
الناس بزعمهم علی الخیر	وہ بزعم خود لوگوں کو خیر پر آمادہ کرسکیں
ویزجروهم عن الشر[۶۳]	اور انھیں شر سے باز رکھ سکیں۔

ان لوگوں سے جب یہ کہا جاتا کہ رسولؐ کے نام پر حدیثیں وضع کرنا جائز نہیں۔ آپؐ نے حدیثیں وضع کرنے اور انھیں بیان کرنے والے کے خلاف سخت وعید بیان فرمائی ہے تو کہتے کہ ہم رسولؐ پر نہیں بلکہ رسولؐ کے لیے جھوٹ بولتے ہیں[۶۴] گویا ان کی نگاہ میں آپؐ کی لائی ہوئی شریعت ناقص تھی جس کی وہ اپنے فعل (وضع حدیث) سے تکمیل کر رہے تھے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر کبار محدثین اس طبقہ کی ایک بھی روایت کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے۔ مشہور محدث یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا کہ میں جس آدمی کو ایک لاکھ دینار کی امانت کے لیے صحیح سمجھتا ہوں اسے ایک حدیث کے لیے امین نہیں سمجھتا۔[۶۵]

اسی طرح امام مالک نے ایک مرتبہ مسجد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ان ستونوں کے پاس ستر راویوں کو حدیث بیان کرتے ہوئے پایا مگر میں نے ان سے ایک بھی حدیث نہیں قبول کی! اگر ان کو بیت المال کا امین بنا دیا جاتا تو وہ امانتدار ثابت ہوتے مگر وہ اس عظیم کام کے اہل نہ تھے۔[۶۶]

ذخیرۂ حدیث میں موضوع روایات کا ایک بڑا حصہ انہی زہاد و صوفیا کی طرف سے داخل ہوگیا۔ ان میں بہت سی روایات ایسی ہیں جن میں مختلف موقعوں پر بعض مخصوص اعمال کی خود ساختہ یا حد سے زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کی وجہ سے امت میں بدعات اور غیر دینی رسومات نے جنم لیا جنھیں خاص طور پر برصغیر کے عوام دین کا جزء سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ جبکہ ان رسومات کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

محدثین اور نقد حدیث

فضائل اعمال سے متعلق روایات کا تعلق چونکہ احکام سے نہیں ہوتا اور نہ ان سے

کوئی شرعی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اس لیے عام محدثین نے ان کی تحقیق و تنقید کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں۔

اذا روینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحلال و الحرام شددنا فی الاسانید وانتقدنا فی الرجال واذا روینا فی الفضائل والثواب و العقاب سهلنا فی الاسانید و تسامحنا فی الرجال[۶۷]	جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام سے متعلق کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو اسانید کی تحقیق سختی سے کرتے ہیں اوران کے رجال پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں لیکن جب فضائل اور ثواب و عقاب سے متعلق کوئی روایت نقل کرتے تو اسانید کی جانچ و پرکھ میں نرمی کرتے ہیں اوران کے رجال کی تنقید میں تسامح کرتے ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے فرمایا:

قد ثبت عن الامام احمد وغیرہ من الائمۃ انهم قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا[۶۸]	امام احمد اور دوسرے ائمہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا جب ہم حلال وحرام سے متعلق روایت نقل کرتے ہیں تو نقد اسناد میں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل وغیرہ سے متعلق روایات نقل کرتے ہیں تو تساہل برتتے ہیں

اسی طرح کے اقوال سفیان ثوری، سفیان بن عُیینہ، یحیٰی بن محمد، زکریا عنبری، حافظ ابن عبدالبر، امام نووی اور حافظ ابن صلاح وغیرہ جیسے مشہور محدثین سے بھی منقول ہیں[۶۹]

یہی وجہ ہے کہ ذخیرۂ حدیث میں فضائل اعمال سے متعلق روایات کی احکام ومسائل سے متعلق روایات کی طرح تہذیب و تنقیح نہ ہو سکی جس کے نتیجہ میں ان میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات باقی رہ گئیں۔ اس طرح کی روایات زیادہ تر کتب حدیث کے تیسرے اور چوتھے طبقہ میں پائی جاتی ہیں جن کے قبول حدیث کے شرائط

کتب صحاح (جیسے بخاری ومسلم) اور کتب سنن (جیسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) کے مقابلہ میں کثرت تھے "صحاح ستہ" میں ایسی روایات بہت کم ہیں۔

محدثین میں ابن جوزی، حافظ ابن قیم، علامہ سیوطی، حافظ عراقی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی اور طاہر پٹنی وغیرہ نے ان کتب کی موضوع روایات کو موضوعات سے متعلق اپنی کتب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ محدثین کسی حدیث پر نہ صرف سنداً انقد کرتے ہیں بلکہ اس کے متن کی گہرائی تک جا کر اس کی اچھی طرح جانچ اور پرکھ کرتے ہیں۔ جن روایات کو ان محدثین نے موضوع قرار دیا ہے ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام روایات ایسی ہیں جن میں معمولی سے عمل پر بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا جاتا ہے یا چھوٹی سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے۔ یہ روایات، رجال میں نقص یا کوتاہی پائے جانے کے علاوہ اصول درایت کے بھی خلاف ہیں۔ چنانچہ محدثین نے بیان کیا ہے کہ جن روایات میں چھوٹے کام پر بھاری ثواب کا وعدہ ہو یا ادنیٰ سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو وہ موضوع قرار پائیں گی۔[۳۸]

موضوع حدیث کی روایت اور اس پر عمل

کسی موضوع روایت کا نقل کرنا یا بیان کرنا سخت ترین گناہ ہے۔ چنانچہ مختلف طرق سے مروی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

من کذب علی متعمداً	جس نے میری جانب جان بوجھ
فلیتبوأ مقعدہ من النار[۳۹]	کر جھوٹ منسوب کیا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اسی لیے تمام فقہاء و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موضوع روایت کا بیان کرنا خواہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو حرام ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرماتے ہیں:

"فقہاء اور محدثینؒ نے متفقہ طور پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا، اسے نقل کرنا اور اسے صحیح سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا حرام ہے خواہ وہ احکام سے متعلق ہوں، یا قصص سے یا ترغیب و ترہیب سے۔ ہاں اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے اور ایسے ہی اسے تقلیداً بیان کرنا اور نقل کرنا بھی

حرام ہے سوائے اس کے کہ موضوع ہونے کی صراحت کردی جائے برخلاف حدیث ضعیف کے کہ اس میں غیر احکامی روایات میں تساہل جائز ہے اور انھیں چند شرائط کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔[۳۲]

ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل کے سلسلے میں محدثین کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں ایک طبقہ اس کی روایت اور اس پر عمل کے سخت خلاف ہے لیکن ایک دوسرا طبقہ جس میں عام فقہاء اور محدثین شامل ہیں انھوں نے اس کی روایت اور اس پر عمل کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط رکھی ہے کہ ان پر عمل کرتے وقت یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں بیان کی ہیں۔

(۱) حدیث کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس کے راویوں میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو اور نہ فاش غلطی کرنے کا مرتکب ہو۔

(۲) حدیث جس مفہوم پر مشتمل ہو اس کی بنیاد موجود ہو اور اس پر عمل اسلام کے معروف اور ثابت شدہ اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

(۳) عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے بلکہ از روئے احتیاط اس پر عمل ہو یعنی اسے اس طور پر نہ قبول کیا جائے کہ فی الواقع اس کی نسبت رسولؐ کی طرف صحیح ہے بلکہ اس بنیاد پر کہ ممکن ہے اس کی نسبت درست ہو اور اس پر عمل سے ثواب ملے گا۔[۳۳]

محدثین کے ایک دوسرے طبقہ کے نزدیک جس میں امام بخاری اور امام مسلم جیسے کبار محدثین شامل ہیں، ضعیف حدیث پر مطلق عمل جائز نہیں۔ نہ احکام شرعیہ میں اور نہ مواعظ و قصص وغیرہ میں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے جو ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ یا تو کتاب اللہ سے یا سنت ثابتہ سے ماخوذ ہو اس کے سوا حدیث ضعیف کی بنیاد پر کچھ کہنا دین میں ایک قسم کا اضافہ ہے اس لیے

کہ ضعیف حدیث کا شمار سنت ثابتہ میں نہیں ہوتا۔ اس پر عمل سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کا بھی خطرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل ۳۶) — ان چیزوں کے پیچھے مت پڑو جن کا تمہیں علم نہیں۔

اس لیے ضعیف حدیث جب تک مختلف طرق سے مروی نہ ہو اور وہ درجہ حسن تک نہ پہونچ جائے اس کی روایت جائز نہیں اور اس کا قبول کرنا فاسقوں اور بد احتیاط لوگوں کے اقوال قبول کر لینے کے مشابہ ہے[۷۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث بیان کرنے اور اسے قبول کرنے میں غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کسی ایسی روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردینا جس کی نسبت آپ کی طرف ثابت نہ ہو ہرگز درست نہیں۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی بات کتاب اللہ یا سنت ثابتہ میں سے سامنے نہ ہو تو اسے اپنی طرف سے بیان کرے تاکہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کی طرف منسوب ہو جائے بجائے اس کے کہ اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔ بلا تحقیق ہر رطب و یابس کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا چاہے وہ دین کے کاموں کے لیے کیوں نہ ہو سخت ترین گناہ ہے چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا:

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع[۷۵] — آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے۔

اسی طرح دین کے معاملے میں ہر سنی ہوئی بات کو قبول کر لینا بھی درست نہیں۔ چنانچہ ابن سیرین نے فرمایا۔

ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم[۷۶] — یہ علم (حدیث) دین ہے اس لیے دیکھو اسے کس سے قبول کر رہے ہو۔

اس لیے جہاں ایک طرف حدیث نقل کرنے اور بیان کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نقل و بیان سے پہلے اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیں وہیں دوسری طرف اسے قبول کرنے والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اسے اپنے فکر و عمل کی بنیاد بنانے سے پہلے اس کی تحقیق کرلیں۔ خاص طور پر فضائل اعمال سے متعلق روایات

جن میں اکثر و بیشتر نہ صرف ضعیف ہیں بلکہ ان میں بہت سی موضوع بھی ہیں، بلا تحقیق حدیث کے نام پر ہر چیز کو قبول کر لینے اور اسے اپنے فکر و عمل کی بنیاد بنا لینے والا اندھیری رات میں جنگل میں لکڑیاں چننے والے کے مانند ہے جو لکڑی اور سانپ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے سانپ کو اٹھا لیتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے۔

حوالے/حواشی

۱۔ ابن صلاح، مقدمہ/۲۱۲، مصر، ۱۹۷۲ء

۲۔ ابن حبان البستی، کتاب المجروحین/۱/۵۶، حیدرآباد ۱۹۷۰ء، مسلم، مقدمہ، باب بیان الاسناد

۳۔ جلال الدین سیوطی، اللآلی المصنوعۃ/۵۹۷، مطبع علوی (ہند) ۱۳۰۳ھ

۴۔ ایضاً ۵۔ کتاب المجروحین ۱/۵۴

۶۔ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی ۱/۲۸۲، لاہور (پاکستان) ۱۳۷۹ھ، مقدمہ ابن صلاح /۲۱۲

۷۔ شمس الدین محمد السخاوی، فتح المغیث/۱۱۰، مطبع انوار محمدی ۱۳۰۳ھ

۸۔ اللآلی المصنوعۃ/۵۹۷

۹۔ ایضاً/۱۳۷، ابن عراق، تذکرۃ الموضوعات/۱۳۱ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، عبدالحیٔ فرنگی محلی کلکشن ۱۳۳/۹۲ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

۱۰۔ محمد طاہر الفتنی، تذکرۃ الموضوعات/۷، بمبئی ۱۳۴۳ھ

۱۱۔ ایضاً، تذکرۃ الموضوعات (مخطوطہ)/۳۸، ابن جوزی، العلل المتناہیہ/۲۶، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، عبدالحیٔ فرنگی محلی کلکشن ۱۳۴/۹۳ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۲۔ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل فاتحۃ الکتاب

۱۳۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب سورۃ البقرہ، مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قرآۃ القرآن و سورۃ البقرہ، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ البقرہ و آیۃ الکرسی، ابن ماجہ، باب ما جاء فیما یرجی ان یکفی من قیام اللیل۔

۱۴۔ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ البقرہ و آیۃ الکرسی، مسلم، کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ الکرسی۔ مسلم میں آیۃ الکرسی کو اعظم آیۃ من کتاب اللہ کہا گیا ہے۔

۱۵۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب قرأۃ القرآن و سورۃ البقرہ۔

۱۶؎ ایضاً باب فضل الفاتحہ وخواتیم سورۃ البقرہ
۱۷؎ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ البقرہ وآیۃ الکرسی
۱۸؎ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرہ
۱۹؎ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی۔ ترمذی میں ہے "من قرأ ثلاث آیات من اول الکہف عصم من فتنۃ الدجال" باب ماجاء فی سورۃ الکہف
۲۰؎ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل ہو اللہ احد، بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل ہو اللہ احد۔
۲۱؎ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءۃ المعوذتین، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی المعوذتین۔
۲۲؎ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی المعوذتین
۲۳؎ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی اذا زلزلت۔ امام ترمذی نے کہا ہے۔ ھٰذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث ھٰذا الشیخ الحسن بن سلم، حسن بن سلم مجہول راوی ہیں۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن اس کی بھی سند کمزور ہے۔ اس میں ایک راوی یمان بن مغیرہ ہیں۔ امام بخاری اور ابوحاتم نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی عبدالرحمٰن مبارک پوری، ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی اذا زلزلت) اسی کے ہم معنی ایک تیسری روایت بھی امام ترمذی نے نقل کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔
۲۴؎ ایضاً۔ قل یا ایہا الکٰفرون اور سورہ زلزال دونوں کی سند ایک ہی ہے اس لیے جو حکم سورہ زلزال کا ہے وہی اس سورۃ کا ہے۔ دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۳
۲۵؎ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الملک۔ قال الترمذی۔ ہٰذا حدیث غریب من ہٰذا الوجہ، مزید برآں یہ کہ اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن عمرو بن مالک ہیں جو ضعیف ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی، ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی سورۃ الملک۔
۲۶؎ ایضاً۔ قال ترمذی۔ ہٰذا حدیث حسن
۲۷؎ ابن قیم، المنار المنیف /۱۱۳، بیروت ۱۹۷۰ء
۲۸؎ اللآلی المصنوعہ /۲/۲۳۴
۲۹؎ المنار المنیف /۹۸، تذکرۃ الموضوعات /۴۵
۳۲۳

۳۰ ابن ماجہ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۱ ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۲ العلل المتناہیہ/۱۴۲

۳۳ ابن ماجہ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۴ مسند احمد ۲/۱۷۶، مصر ۱۳۱۳ھ (ترجمہ عبداللہ بن عمرو)

۳۵ العلل المتناہیہ/۱۴۴

۳۶ ابو زہرہ، ابن حنبل/۲۷۰، قاہرہ ۱۹۶۳ء العلل المتناہیہ/۱۴۴، تحفۃ الاحوذی، ابواب الصوم باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۷ تحفۃ الاحوذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۸ ابن ماجہ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

۳۹ تحفۃ الاحوذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، احمد عبدالرحمن البنا، بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ۱۰/۲۰۹، مصر ۱۳۵۷ھ

۴۰ عبدالحئی لکھنوی، الآثار المرفوعۃ/۳۰۲، ۳۰۰، المطبع الیوسفی، لکھنؤ (ب ت)

۴۱ نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب فی احیاء اللیل

۴۲ اللآلی المصنوعہ/۳۶۷

۴۳ تذکرۃ الموضوعات/۱۱۸

۴۴ المنار المنیف/۱۱۲

۴۵ تذکرۃ الموضوعات/۱۱۹

۴۶ علی القاری، موضوعات کبیر/۵۶۱، قرآن محل، کراچی (ب ت) المنار المنیف/۱۱۱

۴۷ الآثار المرفوعۃ/۳۲۰

۴۸ ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الصیام، باب صیام یوم عاشوراء

۴۹ ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء

۵۰ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم

۵۱ مسند احمد ۱/۲۲۱ (ترجمہ عبداللہ بن عباس)

۵۲ الآثار المرفوعۃ/۳۳۱

۵۳ موضوعات کبیر/۵۶
۵۴ تذکرۃ الموضوعات/۱۱۶ (مخطوطہ)
۵۵ ابن حجر، تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب/۲۰، مخطوطہ، مولانا آزاد لائبریری، عبدالحئی فرنگی محلی کلکشن ۲۳۰/۱۸۹، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
۵۶ اللآلی المصنوعہ/۲۳۲، تبیین العجب/۲۳۵
۵۷ ایضاً، تذکرۃ الموضوعات/۲۴
۵۸ المنار المنیف/۹۵ ۵۹ ایضاً/۹۶
۶۰ اللآلی المصنوعہ/۳۴۷، العلل المتناہیہ/۱۴۰، تذکرۃ الموضوعات/۲۶۶ (مخطوطہ)
۶۱ المنار المنیف/۹۵
۶۲ الآثار المرفوعہ/۳۱۸، ۳۱۹
۶۳ اللآلی المصنوعہ/۵۹۶
۶۴ المنار المنیف/۱۱۵، مقدمہ ابن صلاح/۲۱۵
۶۵ خطیب بغدادی، کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ/۲۱۱، حیدرآباد ۱۹۷۰ء
۶۶ ابن عبدالبر، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء/۱۶، مصر ۱۳۵۰ھ
۶۷ فتح المغیث/۱۲۰
۶۸ ابن حجر، القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد/۱۳، حیدرآباد ۱۹۶۷ء
۶۹ فتح المغیث/۱۲۰، حافظ ابن صلاح نے فرمایا کہ محدثین ان ابواب میں ضعیف حدیث کے ضعف کو بھی نہیں بیان کرتے تھے۔ مقدمہ ابن صلاح/۲۱۷
۷۰ فتح المغیث/۱۱۲، تدریب الراوی ۱/۲۷۶
۷۱ بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم،
۷۲ الآثار المرفوعہ/۲۵۴ - مزید دیکھئے شرح النووی لمسلم، مقدمہ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۷۳ ابن حنبل/۲۷۶ ۷۴ ابن حنبل/۲۷۴، مسلم مقدمہ
۷۵ مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع
۷۶ مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء